سوال

(146) نماز تراویح آٹھ ہیں کہ بیس؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بریلوی حنفیوں کی ایک کتاب جاء الحق میں بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں ۲۳ دلائل ہیں۔ دیکھئے صفحات ۴۴۴تا۴۴۶۔ براہ کرم ان کی حقیقت بتائیے کیا ہے؟ (سائل محمد اسماعیل خان آپ راقم کے سب سے چھوٹے بھائی ہیں)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

دلیل نمبر ۱۔ حضرت عمر رضی اللہ ااور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں جتنا قرآن پڑھتے تھے ان کا نام رکوع ہے۔ چونکہ یہ دونوں صحابی ۲۷ رمضان کو قرآن ختم کرتے تھے اور قرآن کے تمام رکوع ۵۵۷ ہیں۔ اگر تراویح بیس رکعت پڑھی جائیں اور ایک رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے اور آخری رات میں فی رکعت متعدد رکوع پڑھ لیے جائیں تو قرآن ۲۷ دنوں میں ختم ہوجاتا ہے۔ غیر مقلدوں کی آٹھ رکعت کے لحاظ سے کل رکوع ۲۱۶ ہونے چاہییں۔ (جاء الحق: ص ۲۴۴)

جواب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے لئے حوالہ کوئی معلوم نہیں یہ کہانی کہاں سے لی گئی ہے، اگر ہو بھی تو صحابی کا عمل دلیل نہیں ہوتا کیونکہ اصول فقہ میں دلائل کتاب وسنت اجماع اور قیاس شمار کئے گئے ہیں اور بس۔ پھر رکوعات قرآنی کی تعیین وتحدیدی قاریوں کی اختراع ہے اور اجماع وہ دلیل بنتا ہے، جو ثابت بھی ہو۔

دلیل نمبر ۲۔ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور جمع کم از کم تین پر بولی جاتی ہے اور آٹھ رکعت میں ۲ ترویحے ہوتے ہیں۔

جواب: کسی صحیح مرفوع حدیث میں تراویح کا لفظ نہیں ملتا۔ حدیث میں قیام رمضان ہے۔ چنانچہ محدثین قیام شہر رمضان کا باب باندھتے ہیں، خود موطا محمد میں قیام شہر رمضان کا عنوان ہے۔ صحیح بخاری کے ایک نسخے میں کتاب الصلوة التراویح کا عنوان ملتا ہے۔ باقی نسخوں میں وہ بھی نہیں۔ شاید شہرت کی وجہ سے کسی ناسخ نے لکھ دیا ہوگا۔

اس کے علاوہ دو بھی جمع ہیں۔ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے ''اثنان فما فوقهما جماعة'' اور مالک بن حویرث کی حدیث وليؤمكما أكبركما سے استدلال کیا ہے اور دو دفعہ چار چار پڑھنا تراویح ہوجاتے ہیں۔ پس صحیح بخاری کے باب اور حدیث کے مطابق دو کا جمع ہونا صحیح ہوگیا۔

دلیل نمبر ۳: ہر روز بیس رکعات نماز یعنی، ۱ فرض اور تین وتر ضروری ہیں اور رمضان میں اس بیس کی تکمیل کے لئے بیس رکعت نماز تراویح اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیں۔

جواب : نمازیں فرض پانچ ہیں۔ وتر فرض نہیں وتر سنت ہیں :

عَنِ ابنِ عبَاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنھما : اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ بَعثَ مُعاذًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ اِلَی الیَمَنِ ، فَقَالَ : « ادعُھُم اِلٰی شَھادَۃِ اَن لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ، وَاَنِّی رَسُولُ اللّٰہِ ، فَاِن ھُم اَطَاعُوا لِذٰلِکَ ، فَاَعلِمھُم اَنَّ اللّٰہَ قَدِ افتَرَضَ عَلَیھِم خَمسَ صَلَوَاتٍ فِی کُلِّ یَومٍ وَلَیلَۃٍ (بخاری : باب وجوب الزکوۃ ص ۱۸۷ ج ۱ ۔)

''رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا تو فرمایا کہ آپ پہلے ان کو توحید ورسالت کی شہادت کی دعوت دیں۔ اگر وہ تیری بات مان لیں تو پھر ان کو کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رات دن پانچ نمازیں فرض ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازیں پانچ ہیں چھ نہیں، تو پھر وتر سنت ہوئے نہ کہ فرض۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :

ھذا من احسن ما یستدل بہ لأن بعث معاذ بن جبل کان قبل وفات رسول اللہ علیہ وسلم بیسیر۔ (نیل : ص ۳۶ ج ۳)

''یہ حدیث وتر کے فرض نہ ہونے کی بہترین دلیل ہے کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے یمن جانے کی تھوڑی مدت بعد آنحضرت ﷺ وفات پاگئے تھے۔''

اس لئے جمہور علما کا مذہب بھی یہ ہے کہ وتر سنت ہے :

وَقَد ذَھَبَ الجُمھُورُ اِلٰی اَنَّ الوِترَ غَیرُ وَاجِبٍ بَل سُنَّۃٌ۔ (نیل : ص ۳۵ ج ۳ باب الوتر علی الدابۃ۔)

بخاری شریف (ص ۱۳۶) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ وتر اور نفل سواری پر پڑھ لیتے تھے، لیکن فرض سواری پر نہیں پڑھتے تھے، بلکہ وتر میں جہت قبلہ بھی ضروری نہ ہوتی تھی۔

جواب : وتر صرف تین ہی نہیں بلکہ ۹، ۷، ۵ اور ایک بھی ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ : « صَلاَۃُ اللَّیلِ مَثْنَی [ص :25] مَثْنَی، فَاِذَا اَرَدتَ اَن تَنصَرِفَ ، فَارکَع رَکعَۃً تُوتِرُ لَکَ مَا صَلَّیتَ الاخ۔ (صحیح بخاری : ص ۱۳۵ ج ۱ باب الوتر)

''رات کی نماز دو دو رکعت ہے۔ جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو تو ایک رکعت پڑھ لو۔ کیونکہ ایک رکعت تمہاری نماز کو وتر بنا دے گی۔''

امام ترمذی نے تو باب ہی یوں باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِی الوِترِ بِرَکعَۃٍ اور یہ حدیث لکھی ہے :

کَانَ رَسُولُ اللہ ﷺ یُصَلِّی مِنَ اللَّیلِ مَثْنٰی مَثْنٰی وَیُوتِرُ بِرَکعَۃٍ :

''آپ ﷺ رات کو دو دو رکعت پڑھتے تھے اور پھر ایک وتر پڑھتے۔'' ان احادیث سے ثابت ہوا کہ وتر فرض نہیں۔

دلیل نمبر ۴۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے نہ تو آٹھ رکعت کا حکم دیا اور نہ اس پر پابندی فرمائی بلکہ حق یہ ہے کہ آپ ﷺ کا آٹھ رکعت تراویح پڑھنا صراحتاً ثابت نہیں ہے۔ (جاء الحق : ص ۴۴۵)

جواب : یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ احادیث صحیحہ سے آٹھ رکعت صراحتاً ثابت ہیں اور آپ ﷺ ہمیشہ آٹھ ہی پڑھتے تھے۔

احادیث صحیحہ :

أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمنِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، كَيْفَ كَانَتْ صَلاَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ؟ فَقَالَتْ : «مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلاَ فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلاَ تَسَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلاَثًا» (بخاری : باب قیام النبی ﷺ ص ۱۰۴ ج ۱ کتاب الصوم ص ۲۶۹ ج ۱۔ مسلم : باب الصلوۃ اللیل وعدد الرکعات س ۶۴۵ ج ۱۔)

''حضرت ابو سلمہ کے ایک سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ قیام نہیں فرماتے تھے۔ نہایت عمدگی سے لمبی ۴ رکعت ادا فرماتے، اسی طرح کی چار رکعت اور پڑھتے، ازاں بعد تین وتر پڑھتے۔''

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا، فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتَّى أَصْبَحْنَا، ثُمَّ دَخَلْنَا، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا، فَقَالَ : «إِنِّي خَشِيتُ أَوْ كَرِهْتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ»

(رواہ الطبرانی فی الصغیر (ص ۱۰۸) ومحمد بن نصر المروزی (ص ۹۰) وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحھا قال الحافظ الذھبی بعد ذکر ھذا الحدیث اسنادہ وسط (میزان الاعتدال : ص ۳۱۱ ج ۲) وذکرا الحافظ الذھبی بعد ذکر ھذا الحدیث فی بیان عدد الرعات (فتح الباری ص ۹۷، ج ۱)۔

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان میں ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھائے۔ ہم نے دوسری رات بھی آپ ﷺ کا انتظار کیا مگر صبح کو آپ ﷺ نے فرمایا : اس خدشہ سے میں نے ناغہ کیا کہ قیام رمضان تم پر ضروری نہ ہو جائے۔''

(اعتراض) اس کی سند میں عیسیٰ بن جاریہ راوی متکلم فیہ ہے۔

جواب : اس حدیث کی سند کو وسط (یعنی حسن) کہنے والے حافظ ذہبی بڑے پایہ کے محدث ہیں۔ چنانچہ شرح نخبہ میں لکھتے ہیں :

الذھبی من أھل الاستقراء التام فی نقد الرجال۔

''رجال کی جانچ پرکھ اور نقد و جرح میں حافظ ذہبی کو ید طولیٰ حاصل ہے۔''

علاوہ ازیں حافظ ابن خزیمہ اور حافظ ابن حبان کا اس حدیث کو اپنی اپنی صحیح میں درج کرنا حافظ ذہبی کی بھرپور تائید ہے۔ مزید برآں یہ حدیث دراصل بخاری میں ابو سلمہ کی مروی حدیث کی تفصیل ہے۔

کما أشار ألیہ الحافظ والعینی فافھم ولا تکن من القاصرین۔

۲۔ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ : جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ : «وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ؟»، قَالَ : نِسْوَةٌ فِي دَارِي، قُلْنَ : إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ، قَالَ : فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، قَالَ : فَكَانَ شِبْهُ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا۔

(رواہ ابو یعلی والطبرانی فی الاوط وقال الھیثمی فی مجمع الزوائد (ص ۷۴، ج ۲) إسنادہ حسن واخرجہ ایضا محمد بن نصر المروزی فی قیام اللیل (ص : ۹۰))

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! آج کی رات مجھ سے ایک کام ہو گیا ہے۔ فرمایا وہ کیا؟ کہا کہ عورتیں میرے گھر میں جمع ہو گئیں اور میں نے ان کو آٹھ رکعت اور وتر پڑھا دیے۔ آپ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کوئی اعتراض نہیں

کیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے اس عمل کو پسند فرمایا۔''

وضاحت :

ابو سلمہ والی حدیث (صحیح بخاری) کو خود امام محمدؒ نے اپنی کتاب موطا میں درج فرمایا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مجتہد حنفیہ امام محمدؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث قیام رمضان کے بیان میں ہے نہ کہ تہجد کے بیان میں، جیسا کہ بعض حنفی فقہاء اور اکابر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نہ ماننے کے لئے یہ بہانہ تراشتے ہیں۔

بہر حال ان تینوں صحیح اور صریح احادیث میں آٹھ رکعت قیام رمضان یعنی تراویح کا صراحتاً موجود ہے اور آٹھ رکعات تراویح ہی دراصل سنت نبویہ ہیں۔

پورے اعتماد کے ساتھ ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے اور آپ کے زمانہ میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آٹھ رکعت اور وتر سے زیادہ قیام رمضان نہیں کیا۔ چنانچہ امام مالک کا فرمان ہے :

الذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب احب الی وھی احدیٰ عشرۃ رکعۃ وھی صلوۃ رسول اللہ ﷺ۔۔۔۔۔۔ ولا ادری من این حدیث ھذا الرکوع الکثیر۔ (المصابیح فی صلوۃ التراویح المسبوطیؒ)

''گیارہ رکعت رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے اور یہی مجھے پسند ہیں۔ گیارہ اور تیرہ کے علاوہ کثرت رکعات کا مجھے علم نہیں کہ وہ کہاں سے پیدا ہو گئیں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک بھی بیس تراویح سنت نبوی نہیں۔ ومن یدعی فعلیہ البیان بالبرھان۔

دلیل نمبر۵: لہٰذا صحابہ کرام کا بیس پر اتفاق کرنا سنت کی مخالفت نہیں ہے۔ ہمیں حکم ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔

جواب: اولاً پیش کردہ حدیث میں پہلا لفظ سنتی کا ہے۔ سنت خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم دوسرے نمبر پر ہے۔ چونکہ دلیل نمبر۴ کے جواب میں مذکورہ حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ سنت نبوی ﷺ صرف آٹھ اور تین وتر ہیں۔ لہٰذا آپ کی سنت کے ہوتے ہوئے خلفاء کے عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔

جواب : سنت خلفائے راشدین سے ان کا طریقہ نظام حکومت مراد ہے۔ علامہ امیر یمانی فرماتے ہیں :

فَإِنَّہُ لَیْسَ الْمُرَادُ بِسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِینَ إِلَّا طَرِیقَتَھُمْ الْمُوَافِقَۃَ لِطَرِیقَتِہِ - صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - مِنْ جِھَادِ الْأَعْدَاءِ وَتَقْوِیَۃِ شَعَائِرِ الدِّینِ وَنَحْوِھَا (سبل السلام : ص ۱۱ ج ۲ باب صلوۃ الشطرع)

''خلفاء کی سنت سے ان کا وہ سیاسی طریق کار مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کے طریقے کے موافق ہو اور پھر اس طریق کار کا اعدائے اسلام کے خلاف جہاد اور دوسرے دینی شعائر کی سر بلندی اور تقویت سے تعلق ہو۔''

دلیل نمبر۶۔ حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے :

قَالَ : «کُنَّا نَقُومُ فِی زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِینَ رَکْعَۃً۔ رواہ البیھقی فی المعرفۃ باسناد صحیح۔ (جاء الحق : ص ۴۴۵)

دلیل نمبر۶ ''سائب بن یزید سے روایت ہے کہ ہم عہد عمر میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔''

جواب : یہ اثر قابل اعتماد نہیں۔ اولاً اس لئے کہ اس کی سند میں ایک راوی ابو عثمان ہے جس کے متعلق خود مولانا شوق نیموی حنفی فرماتے ہیں۔ لَمْ اَقِفْ عَلٰی مَنْ تَرْجَمَہ۔ (تعلیق آثار السنن : ص ۵۷) سو جب تک اس کے ثقہ ہونے کا پتہ نہ چلے اس وقت تک اس روایت سے استدلال درست نہ ہو گا۔ ثانیاً : اس جگہ سائب کے شاگرد یزید بن خصیفہ ہیں جن کو ثقہ کہا

گیا ہے لیکن امام احمد نے اس کو منکر حدیث کہا ہے۔ دوسرا راوی محمد بن یوسف ہے جو اس سے اوثق ہے وہ اپنے دادا سائب بن یزید سے گیارہ رکعت روایت کرتا ہے۔

یَقُولُ کُنَّا نَقُومُ فِی زَمَانِ عُمَر بن الخطاب بِاَحدیٰ عَشَرَة رَکعۃ۔

رواہ سعید بن مَنصُورفِی سننہ وَقَالَ الحَافظُ السُّوطی فی رِسَالَتِہِ المَصَابِیح اَسنادُہُ فِی غَایۃِ الصِّحَۃ۔ (تحفۃ الاحوذی : ص۷۵ ج ۲ باب قیام شھر رمضان۔ فتح الباری : ص ۲۰۴ ج ۴)

''ہم عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۱۱ رکعتیں پڑھتے تھے۔''

لہٰذا اس کی روایت کو ترجیح ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابن خصیفہ کی روایتوں میں اضطراب ہے۔ علاوہ ازیں پوتے کو دادا کو بات کا زیادہ علم ہو سکتا ہے۔

جواب : نمبر ۲ : تمیم داری رضی اللہ عنہ اور ابی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۱ رکعت باجماعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

مَالِكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ؛ أَنَّهُ قَالَ: [ص: 159] أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيماً الدَّارِيَّ (1) أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً (موطا امام مالک : ص۹۸ باب قیام شھر رمضان۔)

اعتراض : اس حکم کو نقل کرنے میں امام مالکؒ متفرد ہیں۔

جواب : یہ غلط ہے کیونکہ یحییٰ بن سعید قطان اور سعید بن منصور نے امام مالکؒ کی متابعت کی ہے، یعنی وہ دونوں بھی امام مالک کی طرح محمد بن یوسف سے ۱۱ رکعت کا حکم نقل کرتے ہیں۔ اور اسے متابعت تامہ کہتے ہیں۔

اعتراض : امام عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں محمد بن یوسف سے ۲۱ رکعات نقل کی ہیں۔

جواب : امام عبدالرزاق ۲۱ رکعات کے نقل میں متفرد ہونے کے ساتھ ساتھ آخری عمر میں حافظہ اور بینائی کھو بیٹھے تھے۔

ثقۃ حَافظ مُصنف شَھِیر فِی آخرِ عُمُرِہِ وَتغیّر وَکَانَ یَتَشیّع۔ (تقریب : ص ۲۱۳)

لیکن برخلاف اس کے امام یحییٰ بن سعید قطان ثقہ اور متقن ہیں۔

یَحیی بن سَعِید ثقۃ متقن حافظ قدوۃ من کبار۔

جواب نمبر ۲ : یہ اثر اوپر کی تین حدیثوں کے خلاف ہے۔

جواب نمبر ۳ : حنفیہ ۲۳ رکعتوں کے قائل ہیں نہ کہ ۲۱ رکعتوں کے، لہٰذا حنفیہ کو یہ اثر مفید نہیں ہے۔ ورنہ ایک وتر اور بیس یا پھر ۳ وتر اور ۱۸ تراویح ماننی پڑے گی۔ اور یہ دونوں باتیں حنفیہ کے خلاف ہیں۔

دلیل نمبر ۷ : ابن منیع نے حضرت ابی بن کعب سے روایت کی ہے نُصَلِّی بِھِم عِشرِینَ رَکعَۃ (ابی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس تراویح پڑھائیں) (جاء الحق : ص ۴۴۵)

جواب : اس اثر کا مصنف جاء الحق نے کوئی حوالہ نہیں دیا اور نہ اس کی سند ذکر کی ہے۔ لہٰذا یہ معرض استدلال میں پیش نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں دلیل نمبر ۴ کے جواب کے سلسلے کی تیسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو ۱۱ رکعات پڑھائی تھیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے حضرت ابی کی ان گیارہ رکعات کو پسند بھی فرمایا۔ پھر دلیل نمبر ۶ میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ اور تمیم داری کو ۱۱ پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

جواب نمبر ۲ : بشرط صحت ممکن ہے کہ حضرت ابی ۸ رکعات کو سنت سمجھتے ہوں اور باقی بطور نفل پڑھتے ہوں ۔

دلیل نمبر ۸ :

عَنۡ اَبِی الۡحَسَنَاتِ اَنَّ عَلِیَّ بۡنَ اَبِیۡ طَالِبِ اَمَرَ رَجُلاً یُّصَلِّی بَالنَّاسِ خَمۡسَ تَرۡوِیحَاتٍ عِشۡرِیۡنَ رَکۡعَۃ ۔ (جاء الحق : ص ۴۴۵ بحوالہ بیہقی)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعتیں پڑھائے ۔ ‘‘

جواب : یہ راوی ابوحسنات نہیں بلکہ ابوالحسناء ہے جو مجہول راوی ہے ۔ لہٰذا یہ اثر ضعیف ہے ۔ شوق کہتے ہیں :

مدار ھذا الاثر علی أبی الحسناء وھو لایعرف وقال الذھبی لایعرف ۔ (تحفۃ الاحوذی : ص ۴، ج ۲)

ابوالحسناء (مفتی احمد یار بدایونی بریلوی کی بددیانتی ملاحظہ ہو کہ سنن البیھقی سے روایت تو نقل کر دی مگر امام بیہقی رحمہ اللہ کی جرح گیارویں کی کھیر سمجھ کر چاٹ گئے جرح کے الفاظ یہ ہیں وَفِی ھٰذَا الۡاِسۡنَادِ ضُعۡفُ واللہ اعلم ۔ سنن البیھقی ج ۲ ص ۴۹۷) مجہول ہے قَالَ الۡحَافِظُ مَجۡھُوۡلٌ ۔ (تقریب : ص ۴۰۱)

دلیل نمبر ۹ :

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ، اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَانَ « یُصَلِّی فِی رَمَضَانَ عِشۡرِیۡنَ رَکۡعَۃً سِوَی الۡوِتۡرِ (بیہقی طبرانی، ابن ابی شیبہ وغیرہ ۔)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتروں کے سوا بیس تراویح پڑھتے تھے ۔ ‘‘

جواب : یہ روایت نہایت درجہ کی کمزور ہے ۔ امام احمد، امام داوٗد، امام نسائی، یحییٰ بن معینِ ابن عدی، دولابی اور حاجظ مزی جیسے کبار محدثینؒ کے علاوہ اکابر حنفیہ، مثلاً : حافظ بدرالدین عینی (عمدۃ القاری ص ۱۲۸ ض ۱۱) علامہ زیلعی (نصب الرأیہ ص ۱۵۳ ج ۲) ابن ہمام (فتح القدیر ص ۱۹۸ ج ۱) اور ملا علی قاری اور شوق نیموی کے علاوہ حافظ ابن حجر نے (فتح الباری ص ۲۰۵ ج ۴ ۔ تقریب ص ۲۲) اور خود امام بیہقی (ص ۴۹۶ ج ۲) اور مالکیہ میں سے امام زرقانی مالکی نے شرح موطا میں اس حدیث کے راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کو ضعیف اور متروک قرار دیا ہے ۔ یعنی یہ حدیث محدثین حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ سب کے نزدیک ضعیف ہے ۔ امام بیہقی فرماتے ہیں ۔

تفرد بہ ابوشیبۃ ابراھیم بن عثمان الکوفی وھو ضعیف ۔ بیھقی ج ۲ ص ۴۹۶ فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

دلیل نمبر ۱۰ :

عَنۡ شُتَیۡرِ بۡنِ شَکَلٍ، وَکَانَ مِنۡ اَصۡحَابِ عَلِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ " اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّھُمۡ فِی شَھۡرِ رَمَضَانَ بِعِشۡرِیۡنَ رَکۡعَۃً، (جاء الحق : ص ۴۴۵)

’’حضرت علی کے تلمیذ شیّر بن شکل رمضان میں لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعات پڑھاتے تھے ۔ ‘‘

جواب : یہ اثر بھی مرفوع حدیثوں کے خلاف ہے جیسا کہ دوسری مختلف تعداد کے آثار خلاف مرفوع ہیں ۔ کیونکہ صحیح حدیثوں میں صرف آٹھ رکعات تراویح ثابت ہیں ۔ جیسا کہ دلیل نمبر ۴ کے جواب میں تین مرفوع حدیثیں لکھی جا چکی ہیں ۔ حافظ ابن حجر باب جمعۃ فی القریٰ (پارہ ۴ ص ۴۸۶ انصاری) میں فرماتے ہیں فَلَمَّا اخۡتَلَفَ الصَّحَابَۃ وَجَبَ الرُّجُوۡعُ اِلَی الۡمَرۡفُوۡعِ ۔ جب صحابہ کسی مسئلہ میں مختلف ہوں تو مرفوع حدیث کی طرف رجوع واجب ہوتا ہے ۔

دلیل نمبر ۱۱:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: " دَعَا الْقُرَّاءَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ عِشْرِينَ رَكْعَةً " قَالَ: وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوتِرُ بِهِمْ۔ (بیھقی) (جاء الحق: ص ۴۴۵)

''حضرت علی نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ایک قاری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور وتر خود حضرت علی پڑھاتے۔''

جواب: اَمَرَ رَجُلاً نہیں بلکہ اَمَرَ مِنْھُمْ رَجُلاً ہے۔ بہر کیف یہ اثر بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی حماد بن شعیب ہے۔ جو ضعیف ہے:

قال النیموی بعد ذکر ھذا الاثر حماد بن شعیب ضعیف قال الذھبی فی المیزان ضعفہ ان معین وغیرہ وقال یحیی بن معین لایکتب حدیثہ وقال البخاری فیہ نظر وقال النسائی ضعیف وقال ابن عدی أکثر أحادیثہ مما لایتابع علیہ۔ (تحفۃ الاحوذی: ص ۷۵، ج ۲)

''امام بخاری، یحییٰ، ذہبی، نسائی، ابن عدی نے حماد بن شعیب کی وجہ سے اس اثر کو ضعیف کہا ہے۔'' یہ ضعیف راوی ہے۔

دلیل نمبر ۱۲:

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً، باسناد صحیح۔ (جاء الحق: ص ۴۴۵)

''لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ۲۰ رکعت پڑھتے تھے۔''

جواب: یہ بھی یزید بن خصیفہ کی روایت ہے جو دوسری سند سے ہے اور ابھی گزر چکا ہے کہ سائب بن یزید سے محمد بن یوسف کی روایت کو بوجوہ، یزید بن خصیفہ کی روایت پر ترجیح حاصل ہے۔

دلیل نمبر ۱۳: ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ۲۰ تراویح پڑھتے تھے۔

جواب: ان سب کی حقیقت پر تحقیقی ابھی ابھی گزر چکی ہے۔ خلاصہ جس کا یہ ہے کہ کوئی روایت صحیح نہیں۔ تاہم اگر روایت ثابت بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو گا کہ فلاں صحابی یا تابعی ۲۰ پڑھتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کسی کا پڑھنا یا اس کا عمل حضور ﷺ کی سنت نہیں کہلا سکتا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ آپ ﷺ بیس پڑھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ پر بہتان قرار پائے گا حدیث میں ہے: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مِنَ النَّارِ۔ (العیاذ باللہ) ہاں، صحیح حدیث سے ۸ تراویح ثابت ہو چکی ہیں۔ خدا حدیثوں پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

دلیل نمبر ۱۴: عہد فاروقی میں ۲۰ پر عمل جاری ہو گیا تھا۔ (جاء الحق: ص ۴۴۵)

جواب: یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ محمد بن یوسف اپنے دادا سائب بن یزید سے مرفوع اور صحیح سند کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی کعب اور تمیم داری کو ۱۱ رکعات تراویح پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ اب قارئین اور آپ خود فیصلہ کر لیں کہ ترجیح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کو ہے یا لوگوں کے پڑھنے کو۔ (اگر وہ ثابت بھی ہو)

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص481

محدث فتویٰ